کہوں گا کہ اصول یہی ہے، لیکن یہاں حکم قیاس (اصول) کے خلاف ثابت ہے۔''

تقدیم القیاس علی خبر الواحد کے مسئلے میں لفظ قیاس سے مراد قیاس اصولی نہیں، بلکہ قیاس بمعنی ضابطہ، قاعدہ اور اصول ہے، کیونکہ قیاس اصولی خود امام محمد رحمہ اللہ کی تصریحات کی بنا پر خبر واحد سے موخر ہے۔ چنانچہ قہقہہ والے مسئلے میں امام محمد رحمہ اللہ کی تصریح ماقبل میں گزر چکی ہے، جسے دوبارہ ذکر کرنا فائدے سے خالی نہیں ہوگا:

لولا جاء من الاثار كان القياس على ما قال اهل المدينة ولكن لا قياس مع اثر، وليس ينبغي الا ان ينقاد للاثار

''اگر قہقہہ سے وضوٹوٹنے کے حوالے سے مذکورہ روایات نہ ہوتیں، تو قیاس تقاضا یہی تھا جو اہل مدینہ کا مسلک ہے۔ لیکن حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس نہیں ہوتا اور نصوص کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہی مناسب ہے۔''

عبارت کا مطلب واضح ہے کہ قہقہہ سے وضوٹوٹنے کے حوالے سے قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ وضو نہ ٹوٹتا، کیونکہ نصوص کی رو سے وضو خروج نجاست سے ٹوٹتا ہے، اور قہقہہ میں خروج نجاست نہیں ہے تو علت مشترکہ نہ ہونے کی صورت میں قہقہہ کو نواقض وضو والے نصوص پر قیاس نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لہٰذا قیاساً تو وضو نہیں ٹوٹتا، لیکن چونکہ قہقہہ کے بارے میں خود نص آ گئی کہ ناقض وضو ہے، تو قیاس کی بجائے اس نص کو ترجیح ہوگی۔ لا قياس مع اثر سے یہی مراد ہے کہ علت مشترکہ کی بنیاد پر منصوص مسائل کا حکم صرف غیر منصوص مسائل پر لگتا ہے۔ جب خود نص آ جائے تو پھر اس مسئلے میں قیاس نہیں چل سکتا۔

لہٰذا خود کتاب الحجۃ کی روشنی میں یہ مسئلہ بخوبی حل ہو گیا کہ حنفیہ نص کے ہوتے ہوئے تو قیاس (اصطلاحی) نہیں کرتے، اور نہ ہی قیاس کو ترجیح دیتے ہیں، کما فی القہقہہ، البتہ اگر روایت قیاس بمعنی اصول عامہ کے خلاف ہو تو حنفیہ اس صورت میں اس شاذ روایت کی بجائے نصوص متواترہ سے ثابت شدہ قاعدے اور ضابطے کو ترجیح دیتے ہیں، کما مر۔

کتاب الحجۃ کی روشنی میں یہ معرکۃ الآراء مسئلہ حل ہونے کے بعد اگرچہ اس بارے میں دیگر کتب کے حوالہ جات پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن تکمیل بحث کے لیے چند دیگر علماء کی تصریحات پیش کرتے ہیں، تاکہ مسئلہ مکمل طور پر واضح ہو جائے۔

الموافقات میں امام شاطبی، ابن عربی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

اذا جاء خبر الواحد معارضا لقاعدة من قواعد الشرع هل يجوز العمل به ام لا؟ فقال ابو حنيفة لا يجوز العمل به، و قال الشافعي :يجوز۔

''جب خبر واحد شریعت کے قواعد میں سے کسی قاعدے کے خلاف آ جائے، تو اس پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، جبکہ امام شافعی کے نزدیک اس پر عمل کر سکتے ہیں۔''

امام ابن عبد البر الانتقاء میں فرماتے ہیں:

كثير من اهل الحديث استجازوا الطعن على ابي حنيفة لرده كثيرا من اخبار الآحاد العدول لانه كان يذهب في ذلك الى عرضها على ما اجتمع عليه من الاحاديث ومعاني القرآن فما شذا عن ذالك رده وسماه شاذا

''محدثین میں سے بہت سارے حضرات نے امام ابوحنیفہ پر طعن کا جواز یہ تراشا ہے کہ امام صاحب نے عادل راویوں سے مروی اخبار احاد چھوڑ دی ہیں۔ کیونکہ امام صاحب کا اس سلسلے میں طرز یہ ہے کہ ان اخبار آحاد کو دیگر احادیث اور قرانی مفاہیم سے حاصل شدہ اصولوں پر پیش کرتے ہیں۔ جو خبر واحد ان عمومات کے خلاف ہو، اسے شاذ کا نام دے کر رد کرتے ہیں۔''

پانچویں صدی ہجری کے معروف شافعی فقیہ ابواسحاق شیرازی اپنی کتاب ''اللمع'' میں لکھتے ہیں:

ویقبل وان خالف القیاس ویقدم علیہ، وقال اصحاب مالک رحمہ اللہ اذا خالف القیاس لم یقبل، وقال اصحاب ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ اذا خالف قیاس الاصول لم یقبل

''خبر واحد قبول کی جائے گی، اگرچہ قیاس کے خلاف ہو اور قیاس پر مقدم ہوگی۔ مالکیہ کے نزدیک خلاف قیاس روایت قبول نہیں ہوگی، جبکہ حنفیہ نے کہا ہے کہ جب وہ قیاس اصول (قواعد) کے خلاف ہو تو قبول نہیں ہوگی۔''

آخر میں اس مسئلے میں پانچویں صدی ہجری کے معروف حنفی فقیہ واصولی ابوزید الدبوسی کی عبارت پیش کرنا چاہوں گا جو اس مسئلے میں اصولیین حنفیہ کی طرف سے نص کا درجہ رکھتی ہے۔ سب سے پہلے حنفیہ و مالکیہ کے درمیان اختلافی اصول کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الاصل عند علماء الثلاثۃ ان الخبر المروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من طریق الآحاد مقدم علی القیاس الصحیح، و عند مالک رضی اللہ عنہ القیاس الصحیح مقدم علی خبر الآحاد

''ہمارے تینوں علماء کے نزدیک اصول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق آحاد منقول روایت کو قیاس صحیح پر ترجیح دی جائے گی، جبکہ امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک قیاس صحیح، اخبار آحاد کے مقابلے میں قابل ترجیح ہے۔''

آگے جا کر حنفیہ کے کچھ اصولوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الاصل عند اصحابنا ان خبر الاحاد متی ورد مخالفا لنفس الاصول مثل ما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ اوجب الوضوء من مس الذکر لم یقبل اصحابنا ھذا الخبر لانہ ورد مخالفا للا صول

''ہمارے اصحاب کے نزدیک اصول یہ ہے کہ جب خبر واحد نفس اصول (قواعد عامہ) کے مخالف ہو جائے، جیسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مس ذکر سے وضو کو واجب ٹھہرایا ہے، تو ہمارے اصحاب نے اس حدیث کو قبول نہیں کیا ہے، کیونکہ یہ اصول کے مخالف ہے۔''

اختصار کی خاطر چند عبارات پیش کیں۔ اس سلسلے میں متاخرین ومتقدمین فقہاء کے اقوال دیکھنے کے لیے محترم عبدالمجید الترکمانی کا مایہ ناز مقالہ "دراسات فی اصول الحدیث علی منهج الحنفیۃ" ملاحظہ فرمائیں کہ

انہوں نے اس بحث میں حوالہ جات کا خوب استقصاء کیا ہے۔

روایات میں تعارض اور امام محمد کا طرز عمل

امام محمد رحمہ اللہ روایات متعارضہ میں تطبیق و ترجیح دونوں سے کام لیتے ہیں۔ تطبیق کے وقت مخالف روایت میں دلنشین تاویل کر کے اسے ایسے معنی پر محمول کرتے ہیں جس سے تعارض ختم ہو جاتا ہے، جبکہ ترجیح کے سلسلے میں متنوع مرجحات سے کام لیتے ہیں۔

تطبیق کی پہلی صورت: دو متعارض روایات کو مختلف اوقات پر محمول کرنا

اذان قبل الفجر کے سلسلے میں حنفیہ و دیگر فقہاء کا اختلاف معروف ہے۔ ائمہ ثلاثہ کا مستدل یہ روایت ہے:

ان بلالا ينادی بليل فكلوا و اشربوا حتی ينادی ابن ام مكتوم

''نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال رات کو اذان دیتے ہیں، تو تم کھاتے پیتے رہو حتی کہ عبداللہ بن مکتوم اذان دے دیں۔''

لیکن ایک دوسری روایت اس کے معارض ہے جس میں ذکر ہے کہ حضرت بلال نے ایک دفعہ وقت سے پہلے اذان دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ مدینہ میں جگہ جگہ اعلان کرو کہ میں سو گیا تھا اور سونے کی حالت میں وقت سے پہلے اذان دی۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا تھا کہ حضرت بلال وقت سے پہلے اذان دیا کریں گے تو پھر وقت سے پہلے اذان دینے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اعادہ کا حکم کیوں دیا؟

اس تعارض کا حل امام محمد نے یہ پیش کیا ہے:

الامر الذی رويتم كان فی شهر رمضان، والامر الاخر من كراهة رسول الله صلی الله عليه وسلم لاذانه بليل كان فی غير شهر رمضان

''وقت سے پہلے اذان کے سلسلے میں جو روایت تم نے لی ہے اس کا تعلق رمضان سے ہے ، اور دوسری حدیث، جس میں رات کو اذان دینے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناپسندیدگی مروی ہے، وہ رمضان کے علاوہ کا واقعہ ہے۔''

تطبیق کی دوسری صورت: نسخ پر محمول کرنا

نماز میں سلام کا جواب دینے یا نہ دینے کے حوالے سے مختلف روایات منقول ہیں۔ یہ مختلف روایات ذکر کرنے کے بعد ان میں تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

و قال محمد بن الحسن: كانوا يسلمون فی الصلاة حتی نزلت "وقوموا لله قانتين"

''(امام) محمد کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نماز میں سلام کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ پھر قرآن پاک کی آیت "وقوموا لله قانتين" نازل ہوئی۔ (یعنی اس آیت سے سلام منسوخ ہوا)''

تطبیق کی تیسری صورت: خصوصیت پر محمول کرنا

یعنی متعارض روایات میں ایک کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت پر محمول کرنا۔ مثلاً امام عذر کی وجہ سے بیٹھ کر

نماز پڑھا رہا ہو تو اس کی اقتداء حنفیہ کے نزدیک درست جبکہ مالکیہ کے نزدیک درست نہیں ہے۔ امام محمد فریقین کے دلائل بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

قول اهل المدينة فى هذا احب الى من قول ابى حنيفه

''اس مسئلے میں امام ابوحنیفہ کے قول سے مجھے اہل مدینہ کا مسلک پسند ہے۔''

اس کے بعد اپنے مسلک کی تائید میں فرماتے ہیں:

بلغنا عن النبى صلى الله عليه وسلم انه قال :لا يومن الناس بعدى جالسا، و لم يبلغنا ان احدا من ائمة الهدى ابى بكر ولا عمر وعثمان ولا على و لا غيرهم اموا جالسا فاخذنا بهذا لانه اوثق

''ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ روایت پہنچی ہے کہ کوئی آدمی میرے بعد بیٹھ کر نماز کی امامت نہ کروائے۔ اور ائمہ رشد و ہدایت حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور ان کے علاوہ کسی کے متعلق بھی ہمیں خبر نہیں پہنچی کہ انہوں نے بیٹھ کر امامت کروائی ہو، تو ہم نے اسی کو قول کو لیا کہ یہ زیادہ معتمد ہے۔''

اس کے بعد مرض الوفاۃ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھ کر امامت کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وليس الصلاة فى فضلها خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم كالصلاة خلف غيره

''نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے میں جو فضیلت ہے وہ کسی اور کی اقتداء میں پڑھنے میں نہیں ہے۔''

گویا مرض وفات میں صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں نماز ادا کرنا، جبکہ آپ بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے، آپ کی خصوصیت اور آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی فضیلت کی وجہ سے تھا۔

اس سے اس اصول کی طرف بھی اشارہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ امور مختصہ جاننے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ اس فعل کو صحابہ نے لیا ہے یا نہیں؟ اگر اجلہ صحابہ نے اس کو ترک کر دیا ہو تو یہ بھی دلیل ہے کہ وہ فعل خاصہ نبوت تھا۔

تطبیق کی چوتھی صورت: متعارض روایات میں سے کسی ایک کے مفہوم میں تاویل کرنا

مالکیہ کے نزدیک مقتدی اگر امام کو رکوع میں پائیں، تو دور سے اقتداء کی نیت باندھ کر وہیں سے رکوع میں جھک جائے، اور بعد میں آہستہ چلتے ہوئے صف میں شامل ہو جائے، تاکہ رکعت نہ چھوٹے، تو یہ جائز ہے، جبکہ احناف کے نزدیک درست نہیں ہے۔ مالکیہ حضرت ابن مسعود کے فعل سے استدلال کرتے ہیں کہ انہوں نے ایسا کیا۔ جبکہ احناف حضرت ابوبکرہ کی اس معروف روایت سے استدلال کرتے ہیں، جن میں اس طرح کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا، امام محمد مالکیہ کی دلیل کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ما اسرعكم الى حديث ابن مسعود رضى الله عنه اذا كانت لكم منه حجة،و ما ابطاكم عنه اذا خالفكم، انا نحن اعلم با مر ابن مسعود ،كيف دب حتى وصل الى الصف ،انه خرج من داره و معه اصحابه فكبر و كبروا معه فصاروا صفا ثم دبوا

حتی لحقوا الصفوف ،و لم یخرج عبد الله من داره و حده و لم یبلغنا انه دب وحده

''حضرت ابن مسعود کی روایت میں اپنی دلیل پا کر کتنی جلدی سے تم اس کی طرف لپکے، اور جب ان کی روایت تمہارے خلاف ہو، تو اس سے کتنے دور رہتے ہو، ہمیں حضرت ابن مسعود کا واقعہ آپ سے زیادہ معلوم ہے، کہ وہ کس طرح سرکے، کہ صف تک پہنچے، (واقعہ یہ ہے) کہ وہ اور ان کے ساتھی گھر سے نکلے، ان سب نے اکٹھے تکبیر کہی، تو صف بن گئی، پھر وہ آہستہ چلے یہاں تک کہ صفوں میں مل گئے، حضرت ابن مسعود اکیلے گھر سے نہیں نکلے، اور نہ ہی یہ بات ہمیں پہنچی ہے کہ وہ اکیلے صفوں کی طرف حالت رکوع میں چلے۔''

اس عبارت میں امام محمد کی مالکیہ پر خوشگوار علمی چوٹ کے ساتھ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ کے فعل میں تاویل کی، کہ انہوں نے اکیلے ایسا نہیں کیا تھا، بلکہ صف بنا کر ایسا کیا۔

تطبیق کی پانچویں صورت (حمل علی الافراد المختلفة)

یعنی دو متعارض روایات کو دو قسم کے افراد پر محمول کر کے تطبیق دینا

فجر کی نماز میں اسفار اور غلس دونوں قسم کی روایات ہیں، امام محمد رحمہ اللہ دونوں قسم کی روایات ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قد جاء فی ذلك آثار مختلفة من التغليس والاسفار بالفجر، الاسفار بالفجر احب الينا، لان القوم كانوا يغلسون، فيطيلون القراء ة فينصرفون كما ينصرف اصحاب الاسفار و يدرك النائم و غيره الصلاة، وقد بلغنا عن ابی بكر الصديق رضی الله عنه انه قرا سورة البقرة فی صلاة الصبح، فانما كانوا يغلسون لذلك، فاما من خفف وصلی بسورة المفصل ونحوها فانه ينبغی له ان يسفر

''تغلیس و اسفار کے سلسلے میں مختلف روایات آئی ہیں۔ روشنی میں نماز پڑھنا ہمیں زیادہ پسند ہے، کیونکہ صحابہ اندھیرے میں نماز پڑھتے تھے، تو قراءت لمبی کرتے تھے، اور اسی وقت لوٹتے تھے جس وقت اسفار والے فارغ ہو کر لوٹتے ہیں۔ اس طرح سونے والے اور دیگر حوائج والے بھی نماز کو پا لیتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فجر کی نماز میں سورہ بقرہ پڑھتے تھے۔ تو یہ حضرات اسی طول قراءت کی وجہ سے اندھیرے میں نماز شروع کیا کرتے تھے۔ البتہ جو مختصر نماز پڑھنا چاہتا ہو، اور مفصلات کی سورتوں سے نماز پڑھنے کا ارادہ ہو، تو اس کے لیے روشنی میں نماز پڑھنا مناسب ہے۔''

تطبیق کا خلاصہ یہ ہے کہ تغلیس کا حکم ان افراد کے لیے ہے جو طول قراءت کے خواہاں ہیں، جبکہ اسفار ان حضرات کے لیے جو نماز میں مختصر قراءت کرتے ہوں۔

متعارض روایات میں ترجیح

امام محمد رحمہ اللہ متعارض روایات میں ترجیح کا طرز بھی اختیار کرتے ہیں، اور مختلف وجوہ ترجیح سے کام لیتے ہیں۔

ترجیح بالاحتیاط

امام محمد رحمہ اللہ بسا اوقات مختلف روایات میں احتیاط کی بنا پر ترجیح دیتے ہیں، یعنی اس روایت کو لیتے ہیں، جس